فقہ اسلامی میں قسامت کا تصور

The Concept of Qasamah in Islamic Jurisprudence

ڈاکٹر رشید احمد*

Abstract:
Islam lays great emphasis on security and the sanctity of human life. The holy Quran terms killing of an innocent person as killing of the whole humanity . It prohibits unjust killing of human being in unequivocal terms. The holy Qur'an and Sunnah terms killing of an innocent person as one of the greatest sins. An eternal torment is the destiny of a killer who takes life of a person unjustly. However, it is also a bitter fact that hardly a crime free society could be found anywhere in the world. Peace prevails only in those societies where culprits are brought to justice. This is why Islamic penal code has prescribed punishments for all kinds of crimes . It has prescribed punishment of Qisas in case of intentional murder and diyat (blood money in case of killing of a person by mistake, it is also due in case if remission is made by the heirs in intentional murder case). To prove the crime of murder, testimony of two reliable witnesses or confession of the killer is required before the court. However, if a corpse is found in a place where killer is unknown and witnesses are unavailable, then Islam enjoins the process of Qasamah to safeguard rights of the heirs of the deceased. Qasamah is a process of taking oath by fifty persons selected by the heirs of the slain . In this article the concept of Qasamah has been elaborated. It has three parts ,in the first part conditions for the validity of Qasamah has been elaborated, while in the second part its process has been discussed with elaborate opinions of jurists regarding taking of oath, as some of them opine that the heirs of the slain have to take oath, mentioning name of the killer, while others say oath will be taken by the defendants that they didn't kill him , Both these opinions have been discussed by producing

* ایسوسی ایٹ پروفیسر، شیخ زائد اسلامک سنٹر، یونیورسٹی آف پشاور

arguments of the both sides. While in the third part the issue of qisas and diyat has been discussed as according to some jurists the Qasamah entails qisas while other say that it entails diyat only; arguments of both sides have been discussed in detail.

یہ ایک بدیہی امر ہے کہ انسانی معاشرے سے جرم کو بالکلیہ ختم نہیں کیا جاسکتا تاہم شریعت اسلامی ایک طرف لوگوں کو نیکی کی طرف راغب کرتی ہے، اچھے اعمال پر دنیوی اور اخروی فوائد کا ذکر کرتی ہے تاکہ لوگوں کا رجحان نیکی کی طرف بڑھے اور دوسری طرف منکرات سے منع کرتی ہے کبھی نصیحت کی صورت میں اور کبھی وعید کی صورت میں۔ حرمت جان کو اسلام نے بہت اہمیت دی ہے اور قرآن پاک میں اس حوالے سے کئی آیات موجود ہیں مثلاً

(اے ایمان والو! مقتولین کے بارے میں تم پر قصاص لازم کیا گیا ہے آزاد کے مقابلے میں آزاد اور غلام کے عوض غلام اور عورت کے عوض عورت پھر جس قاتل کو اس کے بھائی یعنی طالب قصاص کی جانب سے کچھ معاف کردیا جائے تو طالب دیت یعنی وارث مقتول کو بھلائی کی پیروی کرنی چاہئیے اور قاتل کو خوش دلی کے ساتھ اسے خون بہا ادا کردینا چاہیئے یہ حکم دیت و عفو تمہارے رب کی جانب سے آسانی اور مہربانی ہے پھر جو شخص اس آسانی کے بعد زیادتی کرے گا تو اس کو دردناک عذاب ہوگا۔ اور اے صاحبان عقل اس حکم قصاص میں تمہاری زندگی ہے امید ہے کہ تم لوگ ناحق خون ریزی سے پرہیز کروگے۔[1]

اور

(اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کردے تو اس کی سزا جہنم ہے کہ وہ اس میں پڑا رہے اور اس پر اللہ تعالی کا غصہ ہوا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لئے اللہ تعالی نے بہت بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے[2])

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

(اور آپ اہل کتاب کو آدمؑ کے دو بیٹوں کا واقعہ صحیح طور پر پڑھ کر سنادیجئے جب ان میں سے ہر ایک نے اللہ کے لئے کچھ نیاز پیش کی تو ان میں سے ایک کی نیاز مقبول ہوگئی اور دوسرے کی قبول نہیں کی گئی۔ اس پر دوسرے نے کہا میں ضرور تجھ کو قتل کردوں گا اس نے جواب دیا اللہ تعالی تو بس پرہیزگاروں ہی کے عمل قبول فرماتا ہے۔ اگر تو مجھے قتل کرنے کی غرض سے میری طرف اپنا ہاتھ بڑھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کی غرض سے تجھ پر اپنا ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا کیونکہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو جملہ مخلوقات کا

رب ہے۔ میرا مقصد یہ ہے کہ تو اپنے گناہوں کے ساتھ میرے قتل کا گناہ بھی حاصل کرلے پھر تو اہل دوزخ میں شامل ہو جائے اور یہ دوزخی ہونا ہی صحیح بدلہ ہے ظالموں کا۔آخر کار اس دوسرے کو اس کے نفس نے اپنے بھائی کا قتل آسان کر دیا اور اس نے اپنے بھائی کو قتل کر ڈالا پھر وہ قاتل سخت نقصان اٹھانے والوں میں ہو گیا۔[۳]

اسی طرح ایک جگہ ارشاد ہے۔

(اور جس شخص کے قتل کرنے کو اللہ نے حرام کیا ہے اس کو قتل نہ کرو مگر کسی حق شرعی کے ساتھ اور جو شخص ناحق قتل کیا جائے تو ہم نے اس مقتول کے وارث کو قصاص کا اختیار دیا ہے پھر وارث کو خون کا بدلہ لینے میں حد سے تجاوز نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ اس کو مدد دی گئی ہے۔[۴]

اس حوالے بہت سی احادیث بھی مروی ہیں۔ مشہور تابعی طیسلۃ بن میّاسؒ سے روایت ہے۔ کہ (میں نجدات (خوارج) کے پاس تھا تو مجھ سے کچھ ایسے گناہ سرزد ہوئے جن کو میں کبائر میں سے شمار کرتا تھا۔ میں نے ان کا ذکر عبداللہ بن عمرؓ سے کیا۔ انہوں نے پوچھا کہ کونسے کونسے گناہ تم سے سرزد ہوئے ہیں۔ میں نے کہا کہ فلان اور فلان۔ اس پر عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ یہ کبائر نہیں ہیں بلکہ کبائر یہ نو ہیں: اللہ تعالی کے ساتھ شرک کرنا، قتل ناحق، جہاد سے منہ موڑنا، پاک دامن عورت پر تہمت لگانا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، مسجد میں الحاد اختیار کرنا، ٹھٹھا بازی کرنا، اور اولاد کی نافرمانی کی وجہ سے والدین کا رونا[۵]

اسی طرح ام درداءؓ سے فرماتی ہے کہ میں نے ابودرداءؓ سے سنا کہ کہ اس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ۔

(ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالی ہر گناہ کو معاف فرمائے سوائے اس شخص کے، کہ جو مشرک مرا اور دوسرا وہ جس نے کسی مسلمان کو قصداً قتل کیا[۶]

ابو سعید الخذریؓ اور ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اگر آسمان اور زمین والے کسی مسلمان کے خون (ناحق) میں شامل ہو جائے تو اللہ تعالی (سب) کو جہنم میں اوندھے منہ ڈالیں گے[۷])

ایک طرف اسلام اگر انسانی جان کی حرمت پر زور دیتا ہے تو دوسری طرف اس بات کا بھی لحاظ رکھتا ہے کہ اگر خدانخواستہ کسی کے ہاتھ سے دوسرے انسان کا خون ہو جائے خواہ عمدا ہو یا خطاء تو ہر صورت میں اس کی جان رائیگان نہیں جانی چاہیئے اس لئے جو بھی قابل مواخذہ اور قابل تعزیر جرم کسی

سے سرزد ہوتا ہے اسلامی نقطۂ نظر سے مجرم کو سزا دینا اس لئے ضروری ہوتا ہے تاکہ نظم معاشرہ میں خلل نہ آنے پائے اور جرائم پیشہ لوگوں کی حوصلہ شکنی ہو۔ شریعت اسلامی نے اثبات جرم کے لئے مختلف طرق بتائے ہیں اور قاضی کو واضح احکامات دیئے ہیں کہ جب تک تم پر جرم کوئی روز روشن کی طرح عیاں نہ ہو جائے کوئی فیصلہ نہیں کرنا۔

ان طرق الاثبات میں شہادت [۸]، اقرار [۹]، حلف [۱۰]، نکول (گریز از حلف)، قرائن [۱۱]، علم القاضی (قاضی کا واقعہ کے متعلق ذاتی علم)، کتاب القاضی الی القاضی (ایک قاضی کا دوسرے قاضی کو مکتوب لکھنا) وغیرہ کو فقہاء نے تفصیل سے بیان کیا ہے۔

قتل کی صورت میں بھی انہی طرق الاثبات کا استعمال کیا جاتا ہیں تاہم بعض اوقات مقتول ایک ایسی جگہ پر پایا جاتا ہے جہاں قاتل کا تعین مروجہ طرق الاثبات سے نہیں ہو پاتا تو اس صورت میں شریعت اسلامی نے قسامت کا حکم دیا ہے۔ زیر نظر مقالہ میں فقہ اسلامی کی روشنی میں قسامت کے احکام کا جائزہ لیا جائے گا۔

لغت میں قسامت قسم، صلح اور حسن و جمال کے معنوں میں آتا ہے۔[۱۲]

جب کہ اصطلاح میں اس کی کئی تعریفات کی گئی ہیں ان میں چند حسب ذیل ہیں۔

احناف کے نزدیک قسامت سے مراد یہ ہے کہ جس محلّہ میں مقتول پایا جائے وہاں کے پچاس افراد اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کھائے کہ ہم نے نہ اس کو قتل کیا ہے اور نہ اس کے قاتل کے بارے میں ہمیں علم ہے۔[۱۳]

مالکیہ کے مطابق قسامت سے مراد یہ ہے کہ اثبات خون (قاتل کے معلوم کرنے کے لئے) پچاس قسمیں یا ان میں سے بعض کا قسم کھانا ہے۔[۱۴]

شوافع کے نزدیک قسامت سے مراد وہ قسمیں ہیں جن کو خون کے اولیاء پر تقسیم کیا جاتا ہے۔[۱۵]

جب کہ حنابلہ کے نزدیک قسامت سے مراد وہ مکرر قسمیں ہیں جو مقتول کے حوالے سے دعوی قتل میں دی جاتی ہیں۔[۱٦]

قسامت کا حکم:

قسامت کے متعلق فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ جمہور فقہاء کے نزدیک جب دعوی قتل کے ساتھ بینۃ یا اقرار نہ ہو اور لوث پایا جائے تو اس سے قصاص یا دیت ثابت ہوتا ہے۔ قسامت کی مشروعیت کی دلیل حسب ذیل حدیث ہے۔

" سہل بن حثمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن سہل اور محیصہ خیبر گئے اور وہ صلح کا دن تھا دونوں ایک دوسرے سے علحیدہ ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد محیصہ عبد اللہ بن سہل کے پاس اس حالت میں آئے کہ وہ خون میں لت پت تھا جس سے وہ فوت ہو گیا۔ تو محیصہ نے اسے دفن کیا پھر وہ مدینہ منورہ آئے۔ اس کے بعد عبد الرحمان بن سہل، محیصہ ابن مسعود اور حویصہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عبد الرحمان نے بات شروع کی چونکہ وہ کم عمر تھا تو رسو اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بڑے کی بڑائی کرو (یعنی بڑے کو بات کہنے دو) تو محیصہ اور حویصہ نے بات کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آپ پچاس حلف اٹھاتے ہیں تو آپ قاتل سے قصاص لینے کے حقدار ہیں تو انہوں نے کہا کہ ہم کیسے حلف اٹھا سکتے ہیں کہ ہم نے قاتل کو نہیں دیکھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا یہود کو پچاس قسمیں دے کر بری کیا جائے ؟ اس پر انہوں نے کہا کہ ہم کفار کی قسمیں کیسے قبول کر سکتے ہیں ؟ اس کے بعد رسول اللہ نے اپنی طرف سے مقتول کی دیت ادا کی۔[۱۷] "

قسامت کی شرائط:

۱: مدعی علیہ کا مکلّف ہونا: مدعی علی کا مکلّف ہونا اس لئے شرط ہے تاکہ قسامت کا دعوی صحیح ہو سکے۔ کیونکہ مجنون اور بچے پر قسامت جائز نہیں ہے۔ء[۱۸]

۲: مدعی کا مکلّف کا ہونا: مدعی اگر مکلّف نہیں ہے تو وہ خود دعوی تو نہیں کر سکتا تاہم اس کی طرف سے اس کا ولی دعوی کر سکتا ہے۔ یا دوسری صورت یہ ہے کہ دعوی کو اس وقت تک موقوف رکھا جائے جب تک بچہ عاقل نہ بن جائے البتہ اگر قتل کے وقت وہ بچہ یا مجنون ہو لیکن دعوی کے وقت مکلّف ہو تو اس صورت میں اس کا دعوی قابل سماعت ہو گا۔[۱۹]

۳: مدعی علیہ کا متعین ہونا: احناف کے ہاں قسامت کی ایک شرط یہ ہے کہ قاتل معلوم نہ ہو کیونکہ قاتل کے معلوم ہونے کی صورت میں مقدمہ کی نوعیت بدل جاتی ہے۔[۲۰] جب کہ جمہور کا یہ بھی کہنا ہے کہ جماعت ایسی نہ ہو جن کا قتل پر اکھٹا ہونا محال ہو[۲۱]

۴: لوث کا پایا جانا:

لوث سے مراد وہ قرینہ ہے جس سے دل میں دعوی کی سچائی کا ظن غالب پیدا ہو جائے۔[۲۲]

۵:　مقتول پر قتل کے اثرات کا پایا جانا:

اگر چہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے تاہم بعض فقہاء کے نزدیک مقتول پر قتل کے اثرات کا پایا جانا ضروری ہیں۔ کیونکہ اگر اس پر قتل کے اثرات نہیں پائے جاتے تو اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ اس کی موت طبعی طور پر واقع ہو گئی ہے۔ تاہم شوافع کے نزدیک مقتول پر خون یا زخم کے نشان کا موجود ہونا ضروری نہیں ہے۔[۲۳]

۶:　مقتول کا مسلمان ہونا:

اگر چہ مالکیہ کے نزدیک قسامت کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ مقتول مسلمان ہو تاہم جمہور فقہاء کے نزدیک قسامت اس صورت میں بھی ہو گی اگر مقتول ذمی ہو۔ جمہور کا مستدل عبد اللہ بن مسعودؓ کی یہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

(جس شخص نے کسی ذمی کو اذیت پہنچائی تو اس ذمی) کا خصم میں ہوں اور جس کا میں خصم ہو تو میں قیامت کے دن اس کی طرف سے خصم (فریق) ہو نگا۔[۲۴]

۷:　دعوی قتل میں قتل کی تفصیل:

فقہاء کے نزدیک ایک شرط یہ بھی ہے کہ دعوی قسامت مفصل ہو اس میں کسی قسم اجمال اور ابہام نہیں ہونا چاہیئے۔[۲۵]

۸: مدعی علی کا انکار:

قسامت کی کارروائی اس وقت ہو گی جب مدعی علیہ (اگر ہو) قتل سے انکار کر دے[۲۶]

۹: قسم دلانے کے لئے انتخاب:

امام سرخسیؒ کے نزدیک مقتول کے ولی کے پاس یہ اختیار ہے کہ جن لوگوں پر قتل کا الزام ہے ان میں سے قسم دلانے کے لئے انتخاب کرے۔[۲۷]

۱۰:　مقتول کا مقام قتل کا کسی کی ملکیت میں ہونا:

قسامت کے ایک شرط یہ بھی ہے کہ مقام قتل کسی کی ملکیت میں ہو۔ اس لئے اگر مقتول کسی شارع عام یا کسی جامع مسجد کے قریب ہو تو اس صورت میں قسامت نہیں ہو گی۔[۲۸] البتہ شوافع اور حنابلہ کے نزدیک اگر مقتول کسی ایسی جگہ پایا جائے جہاں عام لوگوں کی آمد و رفت ہو تو اس صورت میں تو

قسامت نہیں ہوگی تاہم اگر اس علاقے میں اسی گاؤں کے لوگوں کی آمد رفت ہو تو پھر اس صورت میں اس کو لوث مانا جائے گا۔[۲۹]

قسامت کا طریقہ:

طریقہ قسامت کے حوالے سے فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک فریق کے نزدیک قسم اولیاء مقتول سے لی جائی گی جب کہ دوسرے فریق کے مطابق مدعی علیہم سے قسم لی جائی گی۔

شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے مطابق اولیاء مقتول سے قسم لی جائیگی۔ ان کی دلیل حضرت حویصہ اور محیصہ رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے۔ جس میں یہ الفاظ ہیں۔

" ہم نے اسے (یھود) کو نہیں دیکھا تو حلف کیسے اٹھائیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو وہ (یہود) قسمیں کھا کر بری ہو جائیں گے۔ تو اس پر انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ وہ تو کافر قوم ہے تو اس مقتول کی دیت رسول اللہ ﷺ نے اپنی طرف سے دی)[۳۰]

اسی طرح امام مالکؒ سے روایت ہے کہ آپؒ نے فرمایا: (قسامت کے حوالے سے اس سنۃ میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور جس پر لوگوں کا تعامل آج تک جاری ہے وہ یہ ہے کہ قسم کی ابتداء ان لوگوں سے ہوگی جو کہ قتل عمد یا قتل خطاء کے مدعی ہوں[۳۱])

جب کہ دوسری طرف احناف یہ دلیل دیتے ہیں کہ چونکہ اولیاء مقتول مدعیان ہیں اور جن پر دعوی کیا جاتا ہے وہ مدعی علیہم ہیں اس لئے مدعیان پر قسم نہیں ہیں بلکہ ان پر گواہ پیش کرنے ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ

(کہ رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ کیا (اس طرح سے) کہ قسم مدعی علیہ پر ہے۔[۳۲])

اسی طرح سعید بن مسیبؓ سے ایک روایت اس طرح بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہود سے پہلے قسمیں لی تھی اور ان کے ہاں مقتول کے پائے جانے کی وجہ سے ان پر دیت لازم کی تھی۔[۳۳]

امام بخاری کی روایت سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ قسم مدعی علیہم پر ہے۔ حیث کے الفاظ یہ ہیں۔

(تم قاتل پر گواہ پیش کروگے تو انہوں نے کہا کہ ہمارے گواہ نہیں ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پھر وہ قسم اٹھایئں گے اس پر انہوں نے کہا کہ کہ ہم یہود کی قسموں پر راضی نہیں ہیں تو رسول اللہ ﷺ کو یہ اچھا معلوم نہیں ہوا کہ اس مقتول کا خون رائیگان چلا جائے اس لئے رسول اللہ ﷺ نے صدقہ کی اونٹوں میں سو اونٹ بطور دیت عطا فرمائے۔[۳۴])

اس حدیث کے الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ باقی عدالتی مقدمات کی طرح یہاں پر بھی رسول اللہ ﷺ نے مدعی علیہ پر قسم کو برقرار رکھا۔

احناف کی اور دلیل زیاد بن ابی مریم کی یہ روایت ہے۔

ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں اپنے بھائی کو فلان قبیلہ میں مقتول پایا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان میں سے پچاس لوگوں کو جمع کرو کہ وہ اس بات پر قسم اٹھائیں کہ انہوں اسے قتل کیا ہے اور نہ اس کے قاتل کو جانتے ہیں تو اس شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ کہ میرا تو اس بھائی کے علاوہ کوئی دوسرا بھائی نہیں ہے تو رسول اللہ نے فرمایا کہ آپ کے لئے سو اونٹ ہیں۔ تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قسامت میں قسم مدعی علیھم پر ہے جو کہ اہل محلّہ ہیں نہ کہ مدعی کے لئے[۳۵])

اگر جمہور اور احناف کی دلائل کا موازنہ کیا جائے تو اس سے بظاہر احناف کی رائے قوی معلوم ہوتی ہے۔ ایک اس وجہ سے کہ شریعت کا عام اصول یہ ہے کہ قسم مدعی علیہ پر ہوتا ہے تو اس قاعدہ کا یہاں پر اطلاق بھی مناسب ہوگا اور دوسرا یہ کہ احادیث اور آثار بھی احناف کی رائے کی تائید کرتی ہیں۔ واللہ اعلم البتہ یہاں ایک اور مسئلہ درپیش ہوسکتا ہے کہ جمہور کے نزدیک قسم تو مدعی پر ہے جب کہ احناف کے نزدیک مدعی علیہ (علیھم) پر، تو اگر وہ قسم لینے سے نکول کریں تو پھر مقدمہ کی نوعیت کیا ہوگی؟۔ اس حوالے سے جمہور کا موقف یہ ہے ایسی صورت حال میں جب کہ قسم اٹھانے سے مدعی (مدعیان) انکار کریں تو پھر مدعی علیہان سے قسم اٹھانے کے لئے کہا جائے گا۔ اور جب وہ قسم اٹھائیں گے تو وہ بری الذمہ ہوجائینگے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔ (اگر ولی قسم اٹھانے سے انکار کرے تو پھر قسم مدعی علی کی طرف پھیرا جائے گا۔[۳۶]

تاہم امام احمدؒ کے مطابق اگر مدعی علیہان قسم بھی اٹھالے پھر بھی وہ دیت ادا کرنے پابند ہونگے۔[۳۷]

یہی رائے احناف کی بھی ہے ان کی دلیل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل ہے کہ جب ان سے کہا گیا کہ کیا ہم قسمیں بھی اٹھایئں اور مال بھی دے تو حضرت عمر رضی اللہ عنیہ نے فرمایا کہ ہاں۔[۳۸]

اگر مدعی علیہان بھی قسم لینے سے انکار کردیں تو اس صورت میں احناف کے نزدیک ان کو قسم اٹھانے تک قید میں رکھا جائے گا جب تک وہ قسمیں نہ اٹھائیں۔[۳۹] شوافع کے نزدیک مدعی علیھم کا قسم سے انکار کی صورت میں اب قسم مدعیان سے لی جائی گی خواہ قتل کی نوعیت عمد کی ہو یا خطاء[۴۰] جب کہ حنابلہ

کے نزدیک مدعی علیہم سے صرف اس صورت میں حلف اٹھانے کے لئے کہا جائے گا جب مدعیان حلف اٹھانے سے انکار کریں اور دوسرا یہ کہ مدعیان اس بات پر راضی ہو کہ مدعیان علیہم قسم اٹھائیں تاہم اگر مدعیان ان سے یعنی مدعیان علیہم سے قسم اٹھانے پر راضی نہ ہوں تو اس صورت میں مقتول کی دیت بیت المال سے ادا کی جائی گی۔ لیکن اگر مدعی علیہم بھی حلف اٹھانے سے انکار کریں تو اس صورت میں ان سے ایک روایت کے مطابق ان کو قسم اٹھانے تک قید میں رکھا جائے گا اور دوسری روایت کے مطابق ان کو قید میں نہیں رکھا جائے گا[۴۱]

قسامت کے نتائج:

کیا قسامت کی کارروائی کے بعد قصاص لی جائی گی یا دیت ہو گی؟ اس حوالہ سے احناف کا نقطہ نظر یہ ہے کہ چونکہ قسامت کی وجہ سے قصاص میں شبہ پیدا ہوتا ہے اس لئے چاہے دعوی قتل عمد کا ہو یا قتل خطا کا ہر دو صورتوں میں دیت ہی ہو گی[۴۲]۔

البتہ یہاں ایک شبہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ سہل بن حثمہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ

کہ کیا تم قسم اٹھا کر قاتل کے قصاص کے حقدار بننا چاہتے ہو[۴۳] تو اس حوالے سے امام سرخسیؒ کا یہ کہنا ہے کہ حدیث میں وتستحقون دم صاحبکم کا الفاظ حدیث کا حصہ معلوم نہیں ہوتے کیونکہ محدثین کا ان الفاظ کے بارے میں رائے یہ ہے کہ یھاں سہل بن حثمہ کو وہم ہوا ہے لیکن اگر ان الفاظ کو حدیث کا حصہ مان بھی لیا جائے تب بھی یہ حکم نہیں ہے بلکہ علی سبیل الانکار ہے کہ تم پھر بھی یعنی قسم اٹھا کر بھی قصاص کے حقدار نہیں ہو سکتے۔[۴۴]

جب کہ اس حوالہ سے امام مالکؒ اور امام احمدؒ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ اگر دعوی قتل عمد کا ہے تو قسامت کی صورت میں قصاص ہو گا۔[۴۵] وہ اپنی دلیل میں وہی سہل بن حثمہ ک حدیث بیان کرتے ہیں جس میں بیان ہوا ہے کہ کیا تم قسم اٹھا کر قاتل کے قصاص کے حقدار بننا چاہتے ہو؟ وہ اپنی رائے کی تائید میں یہ حدیث بھی نقل کرتے ہیں۔

(تمہارے پچاس آدمی ان کے ایک شخص کے خلاف قسمیں کھائیں، تا کہ وہ اپنی گردن کی رسی دے۔ تو اس پر انہوں نے کہا کہ جس امر کا ہم نے مشاہدہ نہیں کیا تو اس پر ہم کیسے حلف اٹھا سکتے ہیں[۴۶]۔؟)

تاہم جانبین کی آراء کے تقابلی جائزہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس رائے میں زیادہ وزن پایا جاتا ہے جن کا یہ کہنا ہے کہ قسامت سے قصاص نہیں بلکہ دیت واجب ہو جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بہر حال قسامت

میں کوئی بھی چشم دید گواہ نہیں ہوتا۔ زیادہ سے زیادہ لوث کی بنیاد پر ساری کارروائی کی جاتی ہے۔ تاہم یہاں ایک سوال یہ پیدا ہو سکتا ہے کہ اگر اس سے قصاص ثابت نہیں ہوتا تو پھر اس کی ضرورت کیا ہے ؟تو اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ بہر حال یہ اہل محلّہ اور اہل قریہ کی ذمہ داری بنتی ہے کہ اپنے ماحول پر نظر رکھے تاکہ کوئی مشتبہ یا جرائم پیشہ شخص اس علاقہ میں جرائم کے ارتکاب سے باز رہے۔ واللہ اعلم

حوالہ جات

۱۔ البقرۃ: ۱۷۸-۱۷۹

۲۔ النساء: ۹۴

۳۔ المائدۃ: ۲۸-۳۰

۴۔ الاسراء: ۴

۵۔ البخاری، محمد بن إسماعیل بن إبراہیم بن المغیرۃ، ابو عبد اللہ، الأدب المفرد بَابُ لِينِ الْكَلَامِ لِوَالِدَيْهِ، بیروت، دار البشائر الإسلامیۃ،۱۹۸۹

۶۔ ابو داؤد سلیمان بن الاشعث بن إسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو الأزدی السِّجِسْتانی السنن، كِتَاب الْفِتَنِ وَالْمَلَاحِمِ بَابٌ فِي تَعْظِيمِ قَتْلِ الْمُؤْمِنِ، بیروت، المکتبۃ العصریۃ س ن

۷۔ الترمذي، محمد بن عیسى بن سَوْرة بن موسى بن الضحاك، ، ابو عیسی ،السنن، أَبْوَابُ الدِّيَاتِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْوَابُ الدِّيَاتِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي –مصر۱۹۷۵م

۸۔ شہادت: سے مراد حاکم کی مجلس عدالت میں لفظ شہادت کے ساتھ اثبات حق کے لئے صادق شخص کی خبر دینا ہے۔دیکھئے مزید تفصیل لے لئے
البابرتی محمد بن محمد بن محمود، اکمل الدین ابو عبد اللہ ابن الشیخ شمس الدین ابن الشیخ جمال الدین الرومی (المتوفى: ۷۸٦ھ)، العنایۃ شرح الہدایۃ ۷: ۳٦۴ دار الفکر س ن

۹۔ اقرار: سے مراد کسی شخص کا اس بات کی خبر دینا کہ کسی دوسرے شخص کا اس پر حق ہے۔
د. وَہبَۃ الزُّحَیْلِیّ الفقہُ الإسلامیُّ وأدلّتہ ۸: ۲۲۴ دمشق، دار الفکر، س ن

۱۰۔ حلف سے مراد کسی چیز یا حق کے اثبات یا نفی کو اللہ تعالی کے ذاتی یا صفاتی نام سے مؤکد بنانا ہے۔ دیکھئے الفقہُ الإسلامیُّ وأدلّتہ ،۸: ۱۹۹

۱۱۔ قرینہ سے مراد ہر وہ ظاہری علامت ہے جو کسی مخفی چیز کے ساتھ مقارن ہوتا ہے جو اس کی (حقیقت) پر دلالت کریں۔ دیکھئے الفقہُ الإسلامیُّ وأدلّتہ ،۸: ۲۵۷

۱۲۔ الہروی، محمد بن احمد بن الأزہری الہروی، ابو منصور ، تہذیب اللغۃ، باب القاف والسین، ۸: ۳۲۱ بیروت، دار إحیاء التراث العربی، ۲۰۰۱م
۱۳۔ الکاسانی، علاء الدین، ابو بکر بن مسعود بن احمد الحنفی ، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ۷: ۲۸۶، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ۱۹۸۶م
۱۴۔ الحطاب، شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن عبد الرحمٰن الطرابلسی المغربی، الرُّعینی المالکی (المتوفی: ۹۵۴ھ)، مواہب الجلیل فی شرح مختصر خلیل، ۶: ۲۶۹ بیروت، دار الفکر ۱۹۹۲م
۱۵۔ الشربینی، شمس الدین، محمد بن احمد الخطیب الشافعی ، مغنی المحتاج إلی معرفۃ معانی ألفاظ المنہاج، ۵: ۳۷۸ دار الکتب العلمیۃ، ۱۹۹۴م
۱۶۔ ابن قدامۃ، ابو محمد موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامۃ الجماعیلی المقدسی ثم الدمشقی الحنبلی، (المتوفی: ۶۲۰ھ)، المغنی، ۸: ۴۸۷ مکتبۃ القاہرۃ، ۱۹۶۸م
۱۷۔ النسائی، ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب بن علی الخراسانی، السنن، كِتَابُ الْقَسَامَةِ باب ذِكْرُ اخْتِلَافِ أَلْفَاظِ النَّاقِلِينَ لِخَبَرِ فِيهِ مكتب المطبوعات الإسلامية—حلب، ۱۹۸۶
۱۸۔ البہوتی، منصور بن یونس بن صلاح الدین ابن حسن بن إدریس البہوتی الحنبلی ، دقائق أولی النہی لشرح المنتہی المعروف بشرح منتہی الإرادات، ۳: ۳۲۹ عالم الکتب ۱۹۹۳م
۱۹۔ مغنی المحتاج إلی معرفۃ معانی ألفاظ المنہاج، ۵: ۳۸۰
۲۰۔ ایضا
۲۱۔ الرملی، شمس الدین محمد بن أبی العباس احمد بن حمزۃ شہاب الدین ، نہایۃ المحتاج إلی شرح المنہاج، ۷: ۳۸۷ بیروت، دار الفکر، ۱۹۸۴م
۲۲۔ النووی، ابو زکریا محیی الدین یحیٰ بن شرف ، روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین، ۱۰: ۱۰ بیروت، المکتب الإسلامی، ۱۹۹۱م
۲۳۔ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ۷: ۲۸۶
۲۴۔ البغدادی ،ابو بکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی الخطیب ، تاریخ بغداد وذیولہ، ۸: ۳۶۷، بیروت دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۱۷ھ
۲۵۔ نہایۃ المحتاج إلی شرح المنہاج، ۷: ۳۸۷
۲۶۔ بدائع الصنائع: ۷: ۲۸۹
۲۷۔ السرخسی، محمد بن احمد بن أبی سہل شمس الأئمۃ، المبسوط، ۲۶: ۱۰۶ بیروت، دار المعرفۃ، ۱۹۹۳م
۲۸۔ ابن نجیم، زین الدین بن إبراہیم بن محمد، : البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ۸: ۴۴۵ دار الکتاب الإسلامی س ن
۲۹۔ روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین، ۱۰: ۱۰

۳۰۔ النسائی، ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب بن علی الخراسانی، السنن، كِتَابُ الْقَسَامَةِ باب ذِكْرُ اخْتِلَافِ أَلْفَاظِ النَّاقِلِينَ لِخَبَرِ فِيهِ مكتب المطبوعات الإسلامية —حلب، ۱۹۸٦

۳۱۔ مالک بن انس بن مالک بن عامر الاصبحی المدنی، المؤطا، کتاب القسامۃ بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۱۲ھ

۳۲۔ سنن الترمذی: أَبْوَابُ الْأَحْكَامِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَابُ مَا جَاءَ فِي أَنَّ البَيِّنَةَ عَلَى المدَّعِي، وَاليَمِينَ عَلَى المدَّعَى عَلَيْهِ۔

۳۳۔ المرغینانی، علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل الفرغانی، ابو الحسن برہان الدین، الہدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی، ۴: ۴۹۷، بیروت، داراحیاء التراث العربی

۳۴۔ الصحیح للامام البخاری: کِتَابُ الدِّیَاتِ، بَابُ القَسَامَۃِ

۳۵۔ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ۷: ۲۸٦، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ۱۹۸٦م

۳٦۔ الیمنی، ابو الحسین یحیٰی بن ابی الخیر بن سالم العمرانی الیمنی الشافعی، البیان فی مذہب الامام الشافعی، ۱۳: ۲۳۰جدۃ، دار المنہاج، ۲۰۰۰م

۳۷۔ ابن قدامۃ، ابو محمد موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامۃ الجماعیلی المقدسی ثم الدمشقی الحنبلی، المغنی ۸: ۴۸۷ مکتبۃ القاہرۃ ۱۹٦۸م

۳۸۔ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ۷: ۲۹۱

۳۹۔ الہدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی ۴: ۴۹۷

۴۰۔ الشربینی، شمس الدین، محمد بن احمد الخطیب الشافعی، مغنی المحتاج إلی معرفۃ معانی الفاظ المنہاج، ۵: ۳۸۷ بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ۱۹۹۴م

۴۱۔ الخرقی، ابو القاسم عمر بن الحسین بن عبد اللہ الخرقی، متن الخرقی علی مذہب ابی عبد اللہ احمد بن حنبل الشیبانی ۱: ۱۳۰ دار الصحابۃ للتراث، ۱۹۹۳م.

۴۲۔ المبسوط، ۲٦: ۱۰٦ بیروت، دار المعرفۃ، ۱۹۹۳م

۴۳۔ سنن النسائی، كِتَابُ الْقَسَامَةِ باب ذِكْرُ اخْتِلَافِ أَلْفَاظِ النَّاقِلِينَ لِخَبَرِ فِيهِ مكتب المطبوعات الإسلامية— حلب، ۱۹۸٦

۴۴۔ المبسوط، ۲٦: ۱۰۸

۴۵۔ الفقہ الاسلامی: ۷/۱۸: ۷)

۴٦۔ النيسابوری، مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري، المسند الصحيح المختصر بنقل العدل عن العدل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، كِتَابُ الْقَسَامَةِ وَالْمُحَارِبِينَ وَالْقِصَاصِ وَالدِّيَاتِ، بَابُ الْقَسَامَةِ، بيروت، دار إحياء التراث العربي، س ن